# نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی تمام بنی نوع انسان کے لئے کامل، اعلیٰ اور حسین نمونہ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶؍جون ۱۹۷۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ۔ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:-

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل: ۱۲۶)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۴۹، ۵۰)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۲۲)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

پچھلے دنوں گرمی کی وجہ سے مجھے کافی تکلیف رہی ہے۔ شروع میں تو دوران سر کی بہت تکلیف رہی چنانچہ چکروں کے احساس کا یہ عالم تھا کہ بستر پر اُٹھ کر بیٹھتا تھا تو ساری دنیا گھوم جاتی تھی۔ اسی طرح جب لیٹتا تھا تو زمین و آسمان چکر کھانے لگتے تھے۔

چکروں کی تکلیف سے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی آرام آ گیا ہے لیکن کچھ تو بیماری کی وجہ سے ضعف پیدا ہو گیا اور کچھ دوائیں جو چکر دور کرنے کے لئے دی گئی تھیں انہوں نے اتنا ضعف پیدا کیا کہ ضعف پیدا کرنے میں ان کا مقابلہ کوئی اور دوائی شاید کم ہی کرتی ہو۔ یہ گرمی

جو میری بیماری بن چکی ہے۔ اس کی تکلیف تو ابھی تک جاری ہے لیکن چونکہ چند دنوں تک ربوہ سے باہر جانے کا ارادہ ہے اس لئے دل نے یہ نہیں چاہا کہ اس جمعہ سے بھی غیر حاضر ہو جاؤں اور اپنے بھائیوں اور دوستوں سے ملاقات نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر آن اور ہر لحظہ اہل ربوہ کا حافظ و ناصر ہو اور اس کے فرشتے ہمیشہ اہل ربوہ (مرد و زن) کی مدد کے لئے تیار رہیں۔ میری آپ سے یہ بھی درخواست ہے کہ آپ میری غیر حاضری میں بھی دعائیں کرتے رہیں کہ میں بھی خدا تعالیٰ کی حفاظت اور امان میں رہوں اور اس کی مدد اور نصرت میرے بھی شاملِ حال رہے۔

ایک لمبا مضمون ذہن میں آیا تھا جس کی میں آج مختصراً ابتداء کر دینا چاہتا ہوں۔ گذشتہ جمعہ جس دوست کو میں نے خطبہ پڑھنے کے لئے کہا تھا انہیں یہ بھی ہدایت دی تھی کہ وہ سات منٹ سے زیادہ خطبہ نہ دیں۔ اب یہی پابندی خود اپنے اوپر کس حد تک عائد کرتا ہوں یا کر سکتا ہوں یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن میری کوشش یہی ہوگی کہ بہت ہی مختصر خطبہ دوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ آیت کے اس مختصر سے فقرے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ دوسرے لوگ جو آپ سے اختلاف رکھتے ہیں، ان سے تبادلۂ خیالات کرتے ہوئے اُن کے نقطۂ نگاہ اور ان کی ذہنیت کے لحاظ سے جو سب سے اچھا جواب اور اچھی دلیل ہے اس کی رو سے تم ان کو مخاطب کیا کرو اور ان سے تبادلہ خیال کیا کرو۔

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ سے ہمیں تین باتوں کا علم ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ جہاں تک مذاہب کا سوال ہے اور جہاں تک منکرین اسلام کا سوال ہے مخالفین اور منکرین کا صرف ایک گروہ نہیں بلکہ ان کے ایک سے زائد گروہ پائے جاتے ہیں۔ کوئی کسی جہت سے اسلام کی مخالفت کرتا ہے کوئی کسی وجہ سے اس کا انکار کرتا ہے گویا کئی وجوہ سے اسلام کا انکار اور مخالفت ہوتی ہے۔

غرض ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ جہاں تک مخالفین اسلام کا تعلق ہے وہ ہمیں ایک سے زائد خیالات اور ایک سے زائد اختلافات رکھنے والے نظر آئیں گے۔

دوسری بات جس کا اس حصۂ آیت سے پتہ لگتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر قسم کے گروہ کے ساتھ

بحث کرنے کے لئے جن دلائل کی ضرورت تھی وہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ہدایت کی شکل میں مہیا کر دیئے ہیں۔

تیسری بات ہمیں یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے اور اصلاح وارشاد کے کام میں دوسرے شخص کے خیالات کا علم رکھے اور ان کو اپنی باتوں اور دلائل کے بیان میں مدنظر رکھے۔

اس تیسری بات میں دراصل دوسروں کے خیالات کے مطالعہ کا بھی حکم پایا جاتا ہے ورنہ جب تک ہم ان کو سمجھ نہ جائیں ہم کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔

پس اس حصہ آیت میں ہمیں یہ تین چیزیں نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تین باتیں بیان فرمائی ہیں اب آج اگرچہ یہ دنیا ماضی کی دنیا سے بڑی مختلف ہو چکی ہے تاہم اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ ایک سے زائد گروہ ہیں جو اپنی اپنی آراء رکھتے ہیں۔ یہ اختلافات ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں نہیں بلکہ شیطان کی بہت سی زنجیریں ہیں۔ جن میں اس نے اپنے ساتھیوں کو باندھ رکھا ہے کسی کے دماغ میں اسلام کے خلاف ایک اعتراض پیدا کر دیا اور کسی کے دماغ میں کوئی دوسرا اعتراض پیدا کر دیا۔ جہاں تک ان مخالف گروہوں کا تعلق ہے۔ ان میں کوئی فرق نہیں پڑا یعنی وہ گروہ جس طرح پہلے زمانے میں تھے اسی طرح آج بھی ہیں اگر کوئی فرق پڑا ہے تو شاید مقدار میں یعنی کمیت میں پڑا ہے۔

ایسے گروہ زیادہ ہو گئے ہیں کم نہیں ہوئے کیونکہ انسان نے جب مختلف دنیوی ترقیات کیں تو اس کے دماغ میں مذہب کے خلاف مختلف اعتراضات بھی پیدا ہوئے۔

جہاں تک مذہب کا سوال ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد حقیقی معنی میں ایک ہی مذہب ہے یعنی مذہب اسلام۔ اس لئے ہم جو احمدی ہیں اور جن پر ساری دنیا کی اصلاح وارشاد کی ذمہ داری ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس بات کا جائزہ لیتے رہیں کہ اسلام کے مخالفین کس قسم کے لوگ ہیں۔ کوئی نئے خیالات کے لوگ تو پیدا نہیں ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔

پس ہمیں اپنی تبلیغ میں اور اصلاح وارشاد کے کام میں نئے سرے سے ایک جائزہ لینا ہوگا اور اس کے ہمیں دو فائدے ہوں گے۔ ایک یہ کہ پہلے جائزہ کے وقت جو چیزیں سامنے

آئی تھیں اور اب بھول چکی ہیں وہ پھر دوبارہ ہمارے سامنے آ جائیں گی اور دوسرے یہ کہ جو نئے معترضین کے گروپ پیدا ہو چکے ہیں۔ وہ اب ہمارے سامنے آ جائیں گے اور اس کے مطابق ہمیں نئے سرے سے اصلاح وارشاد کے کام کے لئے خود کو تیار کرنے میں مدد ملے گی۔

تاہم یہ جو دو گروہ ہیں (یعنی نئے اور پرانے معترضین اسلام) ان کے متعلق ہمیں قرآن کریم ہی سے تلاش کرنی پڑے گی اور تلاش کرنی چاہئے۔ انشاء اللہ ان کے متعلق قرآن کریم ہی سے ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ مختلف گروہ کیسے ہیں۔

یہ ایک لمبا مضمون ہے آج کا یہ خطبہ اس کی تمہید ہے یا صرف یہی سمجھیں کہ میں آج اس کے بعض عنوان بیان کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں دو ایسے گروہ تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ایک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے منکر تھے اور دوسرے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے منکر بھی تھے یا اللہ تعالیٰ کے منکر تو نہیں تھے مگر آخرت کے منکر تھے۔ دراصل جو شخص خدا تعالیٰ کا منکر ہوتا ہے وہ ساتھ ہی آخرت کا منکر بھی ہوتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ خصوصاً یہودیوں میں جن کے متعلق قرآن کریم نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ وہ اب بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو پیدا کیا اور اس نے قانون بنا دیئے۔ وہ تو اتنی بڑی ہستی ہے۔ اسے کیا پڑی ہے کہ زید یا بکر کے حالات کے متعلق ذاتی طور پر دلچسپی لے کر اس کا جو علم ہے اس کے مطابق وہ کام کرے اور احکام دے۔

بہرحال بیسیوں غلط دلائل ہیں جو ان کے ذہن میں آتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ’’پرسنل گاڈ‘‘ نہیں ’’ام پرسنل گاڈ ہے‘‘ یعنی ایسا خدا نہیں ہے جس کے ساتھ زید یا بکر یا میں اور آپ میں سے ہر ایک ذاتی تعلق پیدا کر سکے اور وہ اس کی ذاتی ضرورتوں کا خیال رکھتا ہو اور اس کی دعاؤں کے نتیجہ میں اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل کرتا ہو۔

چنانچہ یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کا ذکر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ہدایت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ وہ اصلی تورات میں موجود ہے لیکن وہ ان لوگوں کے لئے ہدایت ہو سکتی ہے جو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ کے مصداق ہیں یعنی وہ لوگ جو اپنے رب کے مقام کو پہچان کر اس کے سامنے عاجزانہ طور پر جھکتے ہیں اور هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ یعنی اخروی زندگی اور اس کے متعلق جزا وسزا کا جو قانون ہے وہ اسے سمجھتے ہیں اور اس کا خوف ان پر طاری رہتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس ورلی مختصر اور ناپائیدار زندگی کے بعد ایک ابدی حیات ملنی ہے اور اس کے لئے ہمیں نیک کام کرنے چاہئیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اپنی رضا کا سلوک کرے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ

(۱)۔ جو شخص خدا تعالیٰ کو نہیں مانتا یا

(۲)۔ جو شخص اُخروی زندگی پر ایمان نہیں لاتا اس کے لئے یہ (تورات اور قرآن کریم) ’’ذِكْرًا‘‘ نہیں ہے۔ یہ اس کے لئے ہدایت کا موجب نہیں ہے یہ اس کے لئے نصیحت کا موجب نہیں ہے البتہ یہ ان متقیوں کیلئے ہدایت کا موجب ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور اس کی صفات کی معرفت رکھتے ہیں۔ جو آخرت پر بھی ایمان رکھتے اور اس کی جزا وسزا پر بھی یقین رکھتے ہیں وہ اس خوف میں رہتے ہیں کہ پتہ نہیں خدا تعالیٰ کا پیار ملے گا یا خدا جانے ہم اس کے غضب کا مورد بن جائیں گے۔ اس لئے ان کو یہ کہا گیا تھا کہ آخرت کے خوف سے ہمیشہ ڈرتے رہنا (اور چونکہ یہ ایک ہی بات ہے جو ان کو بھی کہی گئی تھی اور ہمیں بھی کہی گئی ہے اور ہمارے سامنے بھی یہی مضمون ایک اور رنگ میں دہرایا گیا ہے اس لئے جو ہمیں کہا گیا ہے میں اس کو لے لیتا ہوں) اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔ لَكُمْ میں تمام بنی نوع انسان مخاطب ہیں۔ اس لئے سب انسانوں کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ایک کامل اسوہ اور ایک اعلیٰ اور حسین نمونہ ہے لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھائے گا جو يَرْجُوا اللّٰهَ کی رو سے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو اور اس کے قرب کے پانے کی امید رکھتا ہو۔ نیز وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ یعنی وہ اُخروی زندگی پر بھی ایمان لاتا ہو اور یہ یقین رکھتا ہو کہ اس دنیا میں موت کے بعد ایک نئی زندگی ملے گی اور اس لئے وہ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

غرض جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کے قرب کی امید نہیں رکھتا یوم آخر پر ایمان

نہیں لاتا اور اس کے نتیجہ میں ذکر الٰہی نہیں کرتا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے متاثر نہیں ہے اور اس کامل اسوہ سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ آپ کا اسوۂ حسنہ تو بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے ہے مگر وہ اس سے کام نہیں لیتا۔ وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔

پس اگر کسی ایسے شخص کے سامنے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا۔ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات پیش کریں گے تو اپنا وقت بھی ضائع کریں گے اور اس کا وقت بھی ضائع کریں گے کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی نہیں لاتا۔ اس واسطے اس کے نزدیک یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی مبعوث ہو یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاتم النّبیین آئے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو نہیں مانتا۔ اگر آپ ایسے شخص کے سامنے جا کر کہتے ہیں کہ دیکھو! اسلام کی تعلیم کتنی احسن اور کتنی اچھی ہے۔ اس پر چلنے سے اُخروی زندگی کی ساری نعمتیں مل جاتی ہیں تو وہ کہے گا جاؤ آرام سے بیٹھو۔ مجھے اُخروی زندگی کے متعلق کیا بتاتے ہو۔ میرا اس پر ایمان ہی نہیں ہے۔

اس لئے اگر آپ نے ان ہر دو گروہوں کو تبلیغ کرنی ہو اور اسلام کی طرف لانا ہو تو آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے آپ اُن کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی صفات کا یقین پیدا کریں۔ جس رنگ میں اسلام نے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو پیش کیا ہے۔ اس رنگ میں ان کے سامنے پیش کریں اور دلائل دیں۔ جب وہ ان دلائل کو مان جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی جو صفات اسلام نے بیان کی ہیں اور جن سے خود قرآن کریم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان صفات حسنہ کا مالک ہے مثلاً وہ جزا و سزا کا مالک ہے۔ اگر جزا و سزا نہ ہو تو ماننا پڑے گا کہ یہ دنیا اور اس کی پیدائش ایک کھیل ہے اور چونکہ دنیوی اعمال کی جزا و سزا مقرر ہے اس لئے یہ دنیا کھیل نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ تمام صفات حسنہ کا مالک ہے۔ اس کی کوئی پیدائش کھیل نہیں ہو سکتی اس لئے آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

پس ایسے شخص کے سامنے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات پیش کریں گے تا کہ پہلے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ قرآن کریم نے ہستی باری تعالیٰ کے بے شمار دلائل دیئے ہیں۔ پھر وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ کہے گا ٹھیک ہے میں خدا تعالیٰ کو مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں مانتا

کہ اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات حسنہ کا یہ مطالبہ تھا کہ اُخروی زندگی ہو۔ یہ دنیا کھیل نہ ہو۔ وہ کہتا ہے یہی دنیا ہے۔ یہی کھیل ہے اور یہی سنجیدہ زندگی ہے اور جب ہم اس دنیا میں مر جائیں گے تو پھر اٹھائے نہیں جائیں گے۔ اب ایسے شخص سے اگر آپ یہ کہیں گے کہ اسلامی تعلیم پر چل کر تمہیں خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتیں مل جائیں گی تو اس کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ وہ کہے گا میں تو اُخروی زندگی پر ایمان ہی نہیں لاتا۔ اس لئے تمہارے سارے دلائل ہیچ ہیں ایسے شخص کے سامنے آپ اُخروی زندگی کے دلائل پیش کریں گے۔ یہی ایک طریق ہے جس کی بدولت آپ اس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف لا سکتے ہیں اس کے بغیر آپ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف نہیں لا سکتے۔

پس یہ آیات جو میں نے شروع میں تلاوت کی تھیں اُن میں سے پہلی آیت اصولی تھی اور وہ دراصل عنوان ہے اس سارے سلسلہ ہائے خطبات کا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے میں امید کرتا ہوں کہ میں انشاء اللہ آئندہ دوں گا۔

چونکہ یہ مختلف قسم کے لوگوں کے گروہ ہیں اور وہ مختلف خیالات رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق مختلف رنگ میں تیاری کرنی پڑے گی۔ ہم نے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق بہت کچھ کہا اور لکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہستی باری تعالیٰ کے اوپر جتنا مواد ہماری کتب میں پایا جاتا ہے اتنا شاید کسی اور جگہ نہ ہو لیکن یہ مضمون جتنا اور جس رنگ میں قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اس کی پوری تفصیل یکجائی طور پر ہمارے نوجوانوں کے سامنے ابھی تک نہیں۔ یہ تفصیل اُن کے سامنے آنی چاہئے۔

اسی طرح اُخروی زندگی کے متعلق اسلام کی تعلیم اور قرآن کریم کا حکیمانہ بیان یعنی جو اس نے اس سلسلہ میں دلائل دیئے ہیں وہ بھی ان کے سامنے آنے چاہئیں۔

پس ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے تم انہیں پہلے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اُخروی زندگی کا قائل کرو۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی توفیق کے حصول کے لئے تم اُن کے مددگار بنو تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے تب وہ اس بات کے سمجھنے کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک عظیم الشان

نبی تھے۔ جو خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے پوری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور قرآن کریم ابدی صداقتوں پر مشتمل ایک کامل الٰہی کتاب ہے۔

غرض یہ دو گروہ ہیں جن کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔ میں نے اپنی ایک خواہش کے مطابق ان کا مختصراً ذکر کر دیا ہے۔ یہ صرف عنوان ہیں تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں آ جائے گی۔ ہمیں ان حالات کا پورا تجزیہ کر کے پھر اس کے مطابق اپنے آپ کو اصلاح و ارشاد کے کام کے لئے تیار کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱ جولائی ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۵)